عہد بنو عباس میں آزادی نسواں اور حجاب کے احوال و کیفیت

ہما امام
شعبہ اسلامک اسٹڈیز، سرسید یونیورسٹی برائے انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی

تلخیص

حضور پاک ﷺ کا دور حیرت انگیز طور پر انسانیت کی معراج پر تھا۔ انہیں اقدار کو بنیاد بنا کر بنو عباس کے دور میں انسانی تمدن کا اعلیٰ مظہر نظر آتا ہے اور بنو عباس نے بنو اُمیہ نے اقتدار چھینا تھا۔ ان کا دور بھی روایتی مطلق العنان حکمران تھے جو کہ اپنی پسند اور ترجیحات کے حساب سے قانون سازی کرتے تھے۔ لہٰذا بہت سے حکمرانوں نے عورتوں کی آزادی کے لئے بہتر قوانین بنائے۔ قومیں اپنی پہچان اور تہذیب کو اپنے رہنے سہنے کے انداز اور لباس کی بنیاد پر جنم دیتی ہیں۔ حجاب اسلامی اقدار کا حصہ ہے اور خواتین معاشرے میں اپنے کردار کی انجام دہی کے دوران حجاب کا استعمال کرتی ہیں۔ قرآنی تعلیمات اور احادیث بھی مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم دیتی ہیں۔ بنو عباس نے بھی اسلامی روایتوں کو قائم کیا اور آنے والی نسلوں کے لئے مثالی کردار کو اُجاگر کریا۔

Abstract

The Era of Allah's messenger Muhammad (PBUH) is full of incredible successes and leads humanity to highest level. Following him, Banu Abbas achieved innumerable successes leaving a remarkable place in human civilization. Banu Abbas seized power from Banu Ummayah. Their period was also of traditional dictatorship where rulers made and implement laws for their interests. Since many rulers reigned, they made different laws for freedom of women. Nations are recognized by their ways of living and their dresses which becomes their civilization. Hijab has been part of Islamic civilization guides women to take hijab when going out for playing their role in the society. In Quran and hadis (sayings of prophet), his wives and daughters are instructed to wear hijab/veil. Banu Abbas followed Islamic tradition and established a role model for coming generations.

اسلام نے ہر جنس کو اس کی حیثیت اور قابلیت کی بنیاد پر اہمیت دی ہے اور کسی کے حق کو نہ کم کیا ہے اور نہ زیادہ۔ اسلام نے جیسے مرد کو کچھ ذمہ داریاں تفویض کی ہیں ایسی ہی اس کی دوسری جنس عورت کو بھی ذمہ داری اور حیثیت دی ہے۔ اسلام انصاف اور میانہ روی کا درس دیتا ہے تاکہ معاشرے کا کوئی فرد اپنے اندر احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو، اعمال کی جزا یا سزا میں اسلام کسی بھی تفریق کا قائل نہیں۔ اسلام مرد و عورت کی شراکت اور تمدنی زندگی کی تعمیر و تشکیل میں برابری کا قائل ہے۔ عملی زندگی میں مردوں اور عورتوں کے معاملات کو شریعت محمدی ﷺ برابری کی نظر سے دیکھتی ہے فرق ہے فقط تقویٰ اور پرہیزگاری کا ہے۔ وگرنہ صنفی اعتبار سے اور ضابطہ کے بنیاد پر کوئی فرق نہیں ہے۔

قرآن حکیم کا یہ واضح اعلان ہے کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان سوائے صالح اعمال کے اور کوئی برتری نہیں جو وہ انسانیت کے بلند تر مصالح کے لئے انجام دیتے ہیں۔اسلام معاشرے سے برائی کے خاتمے اور بھلائی کو پھیلانے کے لیے دنیا میں آیا ہے اسلام معاشرے کی بھلائی کے لیے کسی کی خدمات پر قدغن نہیں لگاتا۔اگر وہ خدمات اسلام کے دیئے ہوئے حدود کے دائرے میں رہ کر کئے جائیں اسلام جیسے مردوں کی خدمات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ایسے ہی خواتین کی خدمات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے تاکہ اس سے معاشرے پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں اور معاشرے کے دیگر افراد بھی بھلائی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔اسلام جس آزادی نسواں کا متقاضی ہے اس کی روشن اور واضح مثالیں سیرت وخلفاء راشدین کے ادوار میں واضح طور پر نظر آتی ہیں جہاں پر صاحب بصیرت اور اہل علم خواتین کی رائے اور مشوروں کو انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور فلاح عامہ کے کاموں میں ان کی مہارت اور بصیرت کو مدنظر رکھ کر ان کی خدمات سے استفادہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی صلاحیتوں کو معاشرے کے فلاح و بہبود کے لیے کام میں لایا جاتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی مملکت میں خواتین کا ملکی معاملات اور رفاہ عامہ کے کاموں،لباس،رہن سہن کے طریقوں اور دیگر معاملات میں ان کے رائے اور طور طریقوں کو سرکاری طور پر اہمیت دی جاتی تھی ۔

اسلام میں آزادی نسواں اور حجاب سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے آپ کو محفوظ رکھے تاکہ وہ آزادی سے معاشرے میں متحرک ہو سکے یہی وجہ ہے کہ اسلام عورت کو حجاب میں رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ سے لے کر عہد بنو عباس تک تمام ادوار میں حجاب ہر صورت میں قائم اور باقی رہا۔اگر چہ اس کے اطوار و انداز میں تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن حجاب کے مفہوم سے وہ خارج نہیں ہوئیں۔ ہمارے موجودہ دور کے حجاب کا آغاز بھی عہد عباسی کا تسلسل ہے۔لیکن تفصیل میں جانے پہلے حجاب کے مفہوم پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ حجاب کا مفہوم واضح ہو سکے۔

حجاب کا مفہوم

پردے کے لیے عربی زبان میں لفظ حجاب استعمال کیا جاتا ہے۔اور فاسی اور اردو میں اسے پردہ کہا جاتا

ہیں۔اور یہ حجاب ''الحجب والحجاب سے اخذ ہے۔جس کے معنی، کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا۔اور درمیان میں حائل ہوجانا۔اور وہ پردہ جو دل اور پیٹ کے درمیان حائل ہے۔اُسے حجاب الجوف''[۱] کہا جاتا ہے۔جس کی مزید تصریح قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

''اور ہم نے ان دونوں کے درمیان حجاب (پردہ) حائل کر دیا۔''[۲]

عہد بنوعباس کی تہذیبی وتمدنی سرگرمیاں

بنوعباس کا دور خلافت اسلام کے چودہ سوسالہ تاریخ کا ایک سنہری اور عظیم باب کہلایا جاتا ہے عہد بنوعباس کو اسلام کے زریں دور میں جو اہمیت اور عظمت حاصل ہے وہ ان کے بعد کسی دوسرے کو نہیں مل سکی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ''مسلمانوں کی ساری ذہنی نشو ونما،علمی کارنامے اور اکابر علماء،علم وفن کے بہترین ذخائر عباسی عہد کی یادگا ہیں۔''[۳]

عہد بنوعباس کے خلفاء نے خلافت ملنے کے بعد کمال مہارت سے دیگر اقوام کے لوگوں کے دلوں کو زیر کیا۔ جنہوں نے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوکر اپنی ثقافت بھی اپنے ساتھ لے آئے۔عہد بنوعباس میں اسلام بہت تیزی سے مقبول ہوا اور بنوعباس نے فتوحات حاصل کر کے مشرق سے مغرب تک اپنے عہد کا سکہ جمالیا۔اور انہی کے دور میں اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا۔بنوعباس کے کثرت فتوحات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''اولین عباسی دور میں اسلامی معاشرے میں لونڈی اور غلاموں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔اور یہ اس معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ تھے حکمران طبقے کے محلات ان سے بھرے پڑے تھے۔باقی عام لوگوں کے گھر بھی اکثر اوقات ان سے خالی نہیں رہتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی صدی ہجری میں فتوحات کی وجہ سے لونڈیوں اور غلاموں کی ایک خوفناک تعداد وجود میں آئی۔''[۴]

اسلام کے چودہ سوسالہ تاریخ میں اسلامی معاشرے کی تہذیب وتمدن،ثقافت اور میں کئی موڑ آئے لیکن عہد بنوعباس تک اسلام کا تہذیب وتمدن،ثقافت ومعاشرت ایک ہی رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد بنوعباس تک اسلامی دارالحکومت کے زیادہ تر حصے میں اہل عرب آباد تھے۔لیکن عہد بنوامیہ کے بعد عہد بنوعباس میں اسلام عرب سے نکل کر دیگر اقوام کے علاقوں میں اور تیزی سے پھیل گیا اور بہت زیادہ فتوحات اہل اسلام کو حاصل ہوئیں اور سب عجم بھی تقریباً اسلام میں داخل ہوگئے۔جس کی بنا پر تہذیب وتمدن اور ثقافت میں تبدیلیاں اور تغیرات آنے شروع ہوگئیں۔ اور بالخصوص ایرانی ثقافت اور تہذیب وتمدن اہل عرب کے معاشرے میں لوٹ کر آیا اور ہر چیز خلط ملط ہوگئی۔اور اسلامی معاشرے میں تہذیب وتمدن ثقافت اور کلچر کے حوالے سے ایک انقلاب برپا ہوگیا۔ایک مؤرخ عہد عباسی

کے تمدن کا نقشہ کھینچتے ہوئے تحریر کرتا ہے۔ کہ ''عباسی خلفاء کے تمدن نوازی نے ایرانی، مصری، رومی، یونانی اور ہندی تہذیب وتمدن کے گونا گوں رنگوں سے سادہ عربی تمدن میں نقش آرئیاں کیں کہ عباسی تمدن دنیا کا تماشا بن گیا۔''[۵]

بنوعباس کی تہذیب وتمدن کی تبدیلی میں خاص اثر بغداد کو دارالحکومت بنانے کا بھی تھا۔ اس لیے کہ اس وقت بغداد ایک ایسے سنگم پر واقع تھا جس کی سرحدیں مختلف تہذیبوں اور تمدنوں سے ٹکراتی تھی۔ جس کی بنا پر ایک دوسرے کی تہذیب وتمدن آپس میں مل گئیں تھیں جس کی وجہ سے عرب کی سخت مزاجی اور موروثی تہذیب اور ثقافت تبدیل ہونے لگیں تھیں۔ کیونکہ ''بغداد، ایران، شام، ارمینیہ، اور برِصغیر کے درمیان واقع تھا اس لیے وہ مختلف تہذیبوں کا عموماً اور تہذیب ایران کا اثر خصوصاً قبول کرنے لگا۔ عباسی خلفاء، عمر فاروق رضی اللہ عنہ وعلی کرم اللہ وجہہ کی سادگی چھوڑ کر جمشید وہوشنگ بن گئے ان کا دربار ایرانی قالینوں، فانوسوں، مطربوں، سیاست دانوں اور حرم ایرانی کنیزوں سے بھر گیا۔ اس اختلاط سے عربوں کی موروثی سخت مزاجی نرمی وشیرنی میں بدل گئی اور ان کے مذاق میں بھی نفاست آ گئی۔''[۶]

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اگر خلافت بنوعباس کے ہاتھ نہ آتی تو یہ قدیم اور عدیم المثال شہر ویران ہو جاتا لیکن بنوعباس کو خلافت ملنے کے بعد انہوں دارالحکومت بغداد کو بنایا اور اس شہر کو وہ حیثیت دی کہ بغداد کو تہذیب وتمدن کا گہوارہ اور عجوبہ بنا دیا۔

''اس شہر کی آبادی بہت قدیم ہے اگر خلفائے بنوعباس اور ان کا دارالخلافہ نہ ہوتا تو اب تک نام کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ رہتا اور اس کے اکثر رسوم مٹ چکے ہوتے''[۷]

بنوعباس نے اپنے دارالحکومت بغداد کو وہ اہمیت دی کہ کتب تاریخ میں اس کے فضائل ومحاسن پڑھ کر ایک قاری انگشت بدنداں ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں ایک ایسے دارالخلافے کا قیام گزرا ہے؟ بغداد کے محاسن اور مناقب تو بے شمار ہیں بغداد کے مناقب، فضائل اور اس کی عظمت کے بارے میں ایک مؤرخ یوں تبصرہ کرتا ہے:

''بغداد کے فضائل میں سے جو اللہ تعالی نے مشرق اور مغرب میں سوائے اس شہر کے کسی اور شہر کو عطا نہیں ہوئے وہ یہ ہیں کہ یہاں کے باشندوں کے اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ ہیں پانی شیریں اور میوؤں کی کثرت ہے ہر فن اور پیشے کے ماہر موجود اور ہر ضرورت کا سامان مہیا ہے بدعات سے امن ہے علماء طلباء فقہا اور طالبین فقہا و اکابر متکلمین کی کثرت ہے۔''[۸]

لیکن چھٹی صدی ہجری میں مسافر سفر کرتا ہوا جب بغداد پہنچا تو بغداد مسلسل انقلابات کی وجہ سے ویران ہو چکا تھا وہ اپنے سفر نامے میں اس وقت کے بغداد کی حالت کی عکس بندی اس طرح کرتا ہے گویا کہ وہ عرس البلاد کا مرثیہ پیش

کر رہا ہے لیکن اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس اجڑی ہوئی حالت کے باوجود وہ کتنے عظیم پایہ کا شہر تھا۔ وہ لکھتا ہے:

''یہ پرانا شہر گو ہمیشہ عباسی خلافت کا پایہ تخت اور قریشی، ہاشمی امامت کا ایک مرکز رہا ہے اور اس کی گذشتہ عظمت کے مقابلہ میں اب اس کی حیثیت ایک کھنڈر، ایک مٹے ہوئے نشان اور ایک خیالی صورت کی رہ گئی ہے۔''[9]

عہد بنوعباس میں آزادی نسواں

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے ادوار کے بعد مسلمانوں کی تہذیب عجم کی تہذیب اور ثقافت کے ساتھ مل گئی اور بنوعباس کے عہد تک مسلمانوں کی تہذیب میں نمایاں تبدیلی واقع ہو چکی تھی۔ اور اس تہذیبی تبدیلی میں جہاں مردوں کا کردار رہا ہے وہیں بنوعباس کی سر برآوردہ خواتین کی بھی کردار رہا ہے وہیں عہد بنوعباس کے ایک مشہور و معروف خلفاء کے خاندان سے تعلق رکھنے والی زبیدہ خاتون کا بھی اس میں بڑا حصہ رہا ہے وہ اس طرح کہ ''ہارون کی عم زاد بیوی زبیدہ نے بھی تہذیب نو کی تخلیق میں خاصہ حصہ لیا تھا۔ یہ بہت فیاض خاتون تھی۔ اس نے جود و کرم کی نہایت تابدار روایات قائم کیں......اس کی مزاج میں اتنی نفاست تھی، کہ یہ اپنے میز پر کوئی ایسا برتن برداشت نہیں کر سکتی تھی جو سونے یا چاندی کا نہ ہو۔''[10]

زبیدہ خاتون کا شمار عہد بنوعباس کے نامور اور یگانہ خواتین میں کیا جاتا ہے اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے اپنے کمال فیاضی سے چار دانگ عالم میں اپنے نام کا سکہ جمایا اور اس کو رفاہ عامہ کے کاموں وہ دلچسپی تھی جو تاریخ میں اس کی پہچان بن گئی اور ساتھ ہی تقویٰ اور پارسائی میں بھی اپنے عہد کے بزرگ خواتین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

زبیدہ خاتون رفاہ عامہ کے خاطر وقت اور پیسے کو آڑ نہیں بننے دیتی تھی۔ کیونکہ اس کا حکومتی معالات میں بہت اثر و نفوذ تھا ''جب اس نے ۱۸۶ ہجری میں بیت اللہ کا حج کیا تھا اور اہل مکہ کی ان تکلیفوں کو محسوس کیا جو انہیں پینے کا پانی حاصل کرنے کے لیے اٹھانا پڑتی تھیں تو اس نے حکم دیا کہ مختلف شہروں سے انجینئروں اور کاریگروں کو جمع کیا جائے اور ایک نہر نکالی جائے۔ چنانچہ بڑے بڑے مزدور اور کاریگر مکہ میں جمع کئے گئے اور انہوں نے پہاڑوں کے پانی کے چشموں کا جائزہ لیا اور حنین کے چشمے سے پانی نیچے بہایا گیا پھر حرم تک پانی کی ریل پیل ہوگئی۔''[11]

اس نہر سے اس وقت سے لے کر آج تک لاتعداد لوگوں کے علاوہ جانور بھی استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے زہد و تقویٰ اور قرآن حکیم سے محبت کے بارے میں ایک مؤرخ لکھتے ہیں کہ:

''ان کے یہاں ایک سو باندیاں قرآن کی حافظہ تھیں، ہر ایک روزانہ قرآن کا ایک عشر بطور وظیفہ کے پڑھتی تھی اور ان کی تلاوت سے زبیدہ کا محل گونجتا رہتا تھا، ان کے بہت سے

کار ہائے خیر ہیں''[۱۲]

اس کی ان خدمات اور کارناموں کی وجہ سے جنہوں نے اس خاتون کے نیک نامی میں اضافہ کیا اس کے بارے مزید صراحت کے ساتھ کچھ یوں تذکرہ آتا ہے کہ:

''بغداد سے مکہ معظّمہ تک تمام منزلوں میں حوض، تالاب اور کنویں زبیدہ بنت جعفر بن منصور، ہارون الرشید کی بی بی کے بنوائے ہوئے ہیں اس نے اپنی حیات میں حجاج کے آرام کے واسطے یہ سب سامان بنوائے تھے اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو اس راہ سے کوئی سفر نہ کرتا''[۱۳]

زبیدہ خاتون کے علاوہ عمومی طور پر عباسی دورِ حکومت میں عورت کو آزادی حاصل تھی اور ان کی خواتین حکومتی معاملات میں دخل انداز ہوتی تھیں اس کی واضح مثال عباسی خلیفہ ہادی کی والدہ محترمہ خیزران کی ہے جو اکثر ''اپنے بیٹے ہادی سے ان لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے اصرار کرتی تھی، جو اس کے دروازے پر آتے تھے مگر ہادی بڑا غیرت مند تھا اور اپنی ماں کے دروازے پر نامحرموں کے اجتماع کو پسند نہیں کرتا تھا اس لئے اس نے اپنے ماں کو مجبور کیا تھا کہ وہ حکومت کے معاملات میں دخل دینے سے باز رہیں اور ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھیں''[۱۴]

مسلمانوں کا عہد زریں، عہد بنوعباس میں حکمرانوں کی بعض خواتین کو اداروں کی سربراہی اور ان کی ذمہ داریاں بھی سونپی جاتی تھیں اور ماتحت مرد حضرات کو ان ذمہ دار خواتین کے سامنے جوابدہ ہونا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کو یہ اختیار بھی حاصل ہوتا تھا کہ وہ اپنے احکامات وہدایات پر دستخط اور مہر ثبت کرتی تھیں اور ان احکامات سے ریاستی افراد اور عام افراد کو روگردانی یا نافرمانی کا حق حاصل نہیں ہوتا تھا۔ لیکن یہ اختیارات عمومی طور پر عام خواتین کو حاصل نہ ہوتے تھے بلکہ یہ عہدے صرف امراء وسلاطین کی بیگمات کو ہی حاصل ہوتے تھے۔ تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

''حکومت کے تمام کاموں کی نگرانی وغیرہ مادر مقتدر انجام دینے لگیں یہاں تک کہ فوجداری وغیرہ مقدمات کا خود فیصلہ کرتی تھیں''[۱۵]

بنوعباس کو چونکہ خلافت بنوامیہ سے ملی تھی اور ان کی بنوامیہ سے عداوت تاریخ میں مشہور ہے اور اس کے علاوہ یہ عربوں کی روایت ہے کہ وہ اپنا بدلہ ضرور لیتے ہیں لیکن جب آل مروان کے اہل وعیال بنوعباس کے صالح بن علی عباس کے زیردست آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا شاہ مروان کی بڑی شہزادی نے صالح بن عباس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

''اے امیر المومنین کے عم مکرم ہم آپ کی بیٹیاں ہیں آپ کے بھائی کی بیٹیاں ہیں ہمارے اوپر رحم کرو، اگرچہ ہم نے تم

پر ظلم کئے تھے مگر تم معاف کردو۔صالح عباس نے کہا: میں تم سب کو قتل کروں گا۔
کیا تمہارے باپ نے امام ابراہیم کو قتل نہیں، کیا ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی بن حسین کو قتل نہیں کیا اوران کی لاش کو کوفہ میں سولی نہیں دی، کیا ولید بن یزید نے یحی بن زید کو خراسان میں سولی نہیں دی، کیا ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو قتل نہیں کرایا، یزید بن معاویہ نے امام حسین اوراہل بیت کو شہید نہیں کرایا اور کیا اس نے حرم رسول ﷺ کو قیدی نہیں بنایا، کیا امام حسین کے سر کو تن سے جدا کر کے شام نہ لے گئے اب وہ کونسی بات ہے جس کے بعد تمہیں زندہ رکھوں۔

شہزادی نے جواب دیا: اب ہم آپ سے معافی کی خواستگار ہیں آپ تو رحمۃ اللعالمین کے قرابت دار ہیں۔

صالح نے کہا: اگر یہ ہے تو ہم نے معاف کیا اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نکاح اپنے بیٹے فضل سے کردوں۔

شہزادی نے کہا: اس سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کیا عزت ہو سکتی ہے۔مگر ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ابھی ہم کو حران بھیج دیا جائے۔ چنانچہ صالح نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے عزیز ہیں بعزت تمام حران پہنچا دیا جائے"۔[۱۶]

خلفائے بنوعباس اگرچہ بدلہ لینے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے مگر "بے رحمی کے ساتھ یہ رحم و کرم بھی بنوعباس کی صفت میں داخل تھا"۔[۱۷]

عہد بنوعباس میں حجاب کی کیفیت

عہد بنوعباس میں (حجاب) پردہ کا باقاعدہ آغاز حرم (جہاں غیر مردوں کا داخلہ ممنوع ہو) کے قیام کے بعد شروع ہوا۔جب کنیز اور لونڈیوں کی کثرت ہوگئی، تو غیرت کے تقاضے کے بنیاد پر عورت کو غیر مرد سے چھپائے جانے لگا اور اس کے لئے اس مخصوص اور متعین مقام کو حرم کہا جاتا تھا۔لفظ "حرم" مسلمانوں کی معاشرتی تاریخ کی خوب عکاسی کرتا ہے۔اسلام سے قبل کی عربی اصطلاح میں "حرم" سے مراد وہ متبرک چیز مراد ہوتی تھی جسے احترام کی وجہ سے چھونا یا اس کی بے ادبی کرنا ممنوع ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی مرکزی عبادت گاہ "حرم" کہلاتی تھی۔

لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کے معنی میں احترام کے بجائے معنویت کا مفہوم نمایاں ہونے لگا۔اس وقت سے اس لفظ کے معنی سے منع کی ہوئی چیزیں مراد ہونے لگی جو آج تک واضح چلا آرہا ہے۔الغرض حرم کے لفظ کے دو معنی ہوگئے ایک عزت و احترام والی چیز جیسے کہ لفظ احترام سے واضح ہوتا ہے اور دوسرا معنی، منع کیا ہوا، ممنوعہ، ناروا اور ناجائز ہوگئے۔ منفی معنی کی اصطلاح مراد لینے سے حرم یا حریم کا لفظ قرون وسطیٰ کے پردہ کے انتظام کا مرکزی ادارہ اور وجہ قرار پائی۔

عہد بنو عباس میں حرم کا رواج بہت تیزی سے پھیلا اور اشرافیہ سے لے کر متوسط اور غریب گھرانوں تک پہنچ گیا اور یہاں تک کہ دور افتادہ قصبوں اور گاؤں تک پھیلتا چلا گیا۔ ۲۴۰ء میں جب خلافت عباسی کا زوال شروع ہوا اور مملکت کا شیرازہ بکھرنے لگا تو پردہ کا رواج مزید زور پکڑنے لگا۔ اسی زمانہ زوال وانحطاط یعنی تقریباً ۲۴۰ء کے بعد کئی عباسی خلفاء وامرا نے پردہ کو باقاعدہ اسلامی ادارے اور روایات کی حیثیت دی۔ مظہر الحق خان اپنی کتاب ''پردہ اور تعدد ازواج'' میں (The Orient under the Caliphs) کے حوالے سے عہد خلفائے عباسیہ میں پردہ کے رواج اور کیفیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ خلیفہ ''المتوکل (۸۴۷تا۸۶۱ء) پہلا عباسی خلیفہ تھا جس نے ایک فرمان کے ذریعے مردوں اور عورتوں کا ضیافتوں، اجنبیوں اور دوسری پبلک رسومات پر ایک جگہ جمع ہونا منع کردیا تھا۔''[۱۸]

خلیفہ متوکل کے بعد ''عباسی خلیفہ قادر باللہ (۹۹۱ تا ۱۰۳۰عیسوی) نے فرمان شاہی کے ذریعے عورتوں کی پردہ نشینی کو اسلامی ادارہ قرار دیا۔''[۱۹]

لونڈیوں کے خرید وفروخت کے زمانے میں عہد بنو عباس میں وہ لونڈیاں خریدی جاتی تھی جو پردہ بردار ہوتی تھیں۔ اندلس میں بھی پردہ بردار لونڈیاں خریدی جاتی تھی۔ اندلس میں ایسی لونڈیوں اور باندیوں کو ''تین ہزار دینار میں خریدا جاتا تھا بعض عباسی خلفاء نے اس قسم کی لونڈیاں ایک ایک لاکھ تک میں خریدی تھیں''[۲۰]

اس کے حاشیے میں علامہ شاہ معین الدین ندوی رقم طراز ہیں کہ ''خلفاء اور سلاطین اور ندیموں کی نگاہ سے دور رہنے کے لیے پردہ کی آڑ سے گانا سنتے تھے بلکہ ایک زمانہ میں تو یہ حجاب اتنا عام ہوگیا تھا کہ عام لوگوں کو بھی پردہ کی آڑ سے مخاطب کرتے تھے، جو لوگ پردہ کی خدمت پر مامور ہوتے تھے وہ اصحاب الستائر یا ستائر کہلاتے تھے جو عموماً مرد ہوتے تھے لیکن جب تعیش زیادہ غالب ہوا تو یہ خدمت حسین لونڈیوں کے سپرد ہوگئی خصوصا گانے کی محفلوں میں یہ خدمت زیادہ تر لونڈیاں ہی انجام دیتی تھیں''[۲۱]

اسی طرح عہد بنو عباس میں عورتوں کا لباس موسموں کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتا تھا ایسے میں پردے کے لئے بھی مختلف اقسام کے جبے، عبایا اور برقعے استعمال کیے جاتے تھے ان میں شاہی گھرانوں کے خواتین اور مردوں کا الگ لباس، امیر گھرانوں کی خواتین کا الگ انداز، زیب وزینت اور عام خواتین کا الگ لباس برقعے اور عبایا ہوا کرتے تھے۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ملتی ہے کہ ''بنو عباس کے زمانے میں اونچے گھرانے کی خواتین دخانی کپڑے، شلوکے، رشیدی، خراسانی اور طبری چادریں، نیشاپوری دوپٹے، سفید ڈھیلی شلواریں اور سیاہ رنگ کی اوڑھنیاں زیب تن کیا کرتیں تھیں ''شاہی دربار کی خواتین'' کے سروں پر ایک تاج نما ٹوپی ہوتی تھی جس میں ہیرے، موتی اور جواہرات جڑے ہوتے تھے۔ ٹوپی کا زیریں حصے کا گھیرا سنہری ہوتا تھا جو جواہرات سے مزّین ہوتا تھا، یہ ٹوپی ہارون

الرشید کی ہمشیرہ علیہ نے رائج کی تھی' جبکہ عام برقع کا انداز اس طرح تھا کہ '' گھر سے باہر نکلتے وقت برقع پہنا جاتا تھا جو پاؤں تک ہوتا تھا اور اس میں صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں اس پر تین گز لمبا ایک قسم کا جبہ ڈال دیا جاتا تھا جو حبرہ کہلایا جاتا تھا'' [۲۲]

اسی طرح عہد بنو عباس کے اختتامی لمحات یعنی گیارہویں صدی ہجری میں پردے کا مکمل نفاذ ہو گیا تھا اور خلافت بنو عباس زوال پذیر ہوئی تو ''پردہ اتنا سخت اور ہمہ گیر ادارہ بن گیا تھا کہ عورت کا برقعہ یا چادر سے منہ نکالنا تو درکنار ہاتھ اور پاؤں باہر نکالنا بھی غیر شرعی فعل قرار دے دیا گیا......اور یہ بحثیں ہونے لگیں کہ آیا جلباب سے مراد عورت کے سارے جسم کو ڈھانپنا ہے یا ہاتھ اور پاؤں چادر سے باہر دکھانا جائز اور درست ہے۔'' [۲۳]

اسی کے بارے میں سید امیر علی یوں رقم طراز ہیں:

''تیرہویں صدی کے وسط میں جب مسلم معاشرہ منگولوں کے حملے کے باعث انتشار و انحطاط میں مبتلا تھا اور سیاسی حالت دگرگوں تھی تو ہم پہلی مرتبہ ایسی اجتہادانہ موشگافیوں کا پڑھتے ہیں کہ آیا عورتوں کے لئے پاؤں یا ہاتھ باہر دکھانا زیادہ نازیبا ہے'' [۲۴]

الغرض عہد بنو عباس میں تہذیب وثقافت اور کلچر لباس رہن سہن، طرز رہائش، تعمیرات، صنعت وحرفت، اکل وشرب، عطریات اور خوشبوئیں، تقریبات کا رنگ ڈھنگ اور زندگی کے دیگر آداب میں زبردست تبدیلی کا ایک طوفان برپا تھا اور یہ وہ تبدیلی تھی جس نے دنیا کو وہ تغیرات دیئے جو آگے جا کر دیگر قوموں کی پہچان بن گئی۔ لیکن پردے کا موجودہ رواج اور طریقہ عہد عباسی میں شروع ہوا جس کے بارے میں ایک راقم رقم طراز ہے کہ ''موجودہ پردے کا آغاز اسلام میں خلفاء عباس کے عہد میں ایرانی رواج کے زیر اثر ہوا تھا'' [۲۵] جو آج تک مسلم معاشرے میں جاری وساری ہے۔

خلاصہ کلام

بنو عباس کے بنو امیہ سے اقتدار کے حصول کا سبب خدا کی رضا کا حصول نہیں تھا بلکہ بادشاہت کو حاصل کرنا تھا جس کی وجہ سے ان کی طرز حکومت آمریت کی اعلیٰ مثال تھی۔ ہر خلیفہ اپنے اقتدار کو مضبوط اور مفادات کے حصول کے لئے قانون سازی کرتا اور اس عمل پیرا رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ بنو عباس کے مختلف ادوار میں خواتین کے حجاب وآزادی نسواں کے حوالے سے مختلف طرز عمل رہا۔ کبھی زینت وآرائش کے ساتھ عورتوں کو سامان عیش وعشرت کا ذریعہ بنایا گیا کبھی صلح رحمی کی گئی، کبھی حجاب کے معاملے میں سختی کی گئی، کبھی کچھ اداروں اور مختلف اوقات میں خواتین کو اقتدار بھی

حاصل رہا وغیرہ وغیرہ، عباسی دورحکومت میں اقتدار ومراعات صرف اعلیٰ طبقات کی بیگمات کو ہی حاصل تھیں جب کہ عمومی خواتین کے حقوق کے لیے کوئی قانون سازی نہیں تھی۔

الغرض یہ کہ عہد بنوعباس میں خواتین کے دیگر حقوق کے ساتھ ساتھ بالخصوص حجاب کے حوالے سے معاملات شریعت محمدیؐ کے احکامات کے ماتحت نہیں بلکہ ذاتی وسیاسی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے حل کیے گئے۔ جس کی جھلک وہاں کے حجاب اور آزادی نسواں میں ہمیں نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الاصفہانی، حسین بن علی، امام راغب (۱۹۸۷ء) مفردات القرآن (ج:۱) شیخ شمس الحق اقبال ٹاؤن، لاہور، ص۲۱۴

۲۔ القرآن، ۵:۴۶

۳۔ ندوی، شاہ معین احمد (۱۹۷۳ء) تاریخ اسلام (ج:۳) سعید ایچ، ایم کمپنی، کراچی، ص۲۲

۴۔ استاذ ابراہیم (۱۹۶۷ء) الحیاۃ الاقتصادیہ والاجتماعیہ فی عہد ہارون الرشید، مصری، مجلّہ الہلال، ص۲۷

۵۔ ایضاً

۶۔ برق، غلام جیلانی (۱۹۷۱ء) ہماری عظیم تہذیب، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص۹۶

۷۔ الاندلسی، ابن جبیر (۱۹۶۴ء) رحلۃ ابن جبیر، دار صادر، بیروت، ص۱۹۳

۸۔ بغدادی، حافظ احمد بن علی الخطیب (۱۹۳۱ء) تاریخ بغداد (ج:۱) مکتبہ الخانجی، قاہرہ، ص۵۱

۹۔ ندوی، شاہ معین احمد (۱۹۷۳ء) تاریخ اسلام (ج:۴) ص۴۱۲، محولہ بالہ

۱۰۔ برق، غلام جیلانی (۱۹۷۱ء) ہماری عظیم تہذیب، ص۹۷، محولہ بالا

۱۱۔ ابراہیم، حسن (۱۹۵۹ء) مسلمانوں کی سیاسی تاریخ (ج:۲) مجلس ترقی ادب، لاہور، ص۶۱۷-۶۲۷

۱۲۔ خلکان، احمد بن (۱۹۴۸ء) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان (ج:۲) مکتبہ النھضہ المصریہ، قاہرہ، ص۷۰

۱۳۔ الاندلسی، ابن جبیر (۱۹۶۴ء) رحلۃ ابن جبیر، ص۱۸۵، محولہ بالا

۱۴۔ ابراہیم، حسن (۱۹۵۹ء) مسلمانوں کی سیاسی تاریخ ص ۲۱۷، محولہ بالا

۱۵۔ سیوطی، جلال الدین (۱۹۶۳ء) تاریخ الخلفاء، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۳۹۹

۱۶۔ ابن اثیر، محمد بن محمد عبدالکریم (۱۹۷۸ء) الکامل فی التاریخ (ج: ۵) دارالفکر، بیروت، ص ۱۶۲

۱۷۔ شہابی، اکبرآبادی، انتظام اللہ (۱۹۵۷ء) تاریخ ملت (ج: ۵، حصہ اول) ندوۃ المصنفین، دہلی، ص ۵۷

۱۸۔ Bukhsh, S. K. (1920). The Orient Under the Caliphs. Delhi: Idarah-I Adabiyat-I Delli, p.170

۱۹۔ Aziz, K. K. (1968). Ameer Ali: His Life and Work. Lahore: Publishers United, pp.162-163

۲۰۔ کرد، محمد علی (۱۹۵۲ء) کتاب الاسلام والحضارۃ العربیہ، دارالمطبع، معارف اعظم گڑھ، ص ۲۵۹

۲۱۔ ندوی، شاہ معین احمد (۱۹۷۳ء) تاریخ اسلام، ص ۲۶۹، محولہ بالا

۲۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (۱۹۸۵ء) (ج: ۱۸) دانش گاہ پنجاب، لاہور، ص ۶۹-۷۰

۲۳۔ خان، مظہر الحق (۱۹۷۵ء) پردہ اور تعدد ازواج، الکتاب پرنٹرز، لاہور، ص ۱۱۰

۲۴۔ Ameer, A. S. (2003). A short history of the Saracens. London: Kegan Paul, p.455

۲۵۔ صالح، ابوالبشیر محمد (۱۳۴۸ء) پردہ، مکتبہ مہریہ رضویہ، سیالکوٹ، ص ۵۷

هما امام بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، سرسید یونیورسٹی برائے انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔